

زیر سرپرستی

شیخ الہند اشرفِ ملت حضرت علامہ

ابو النواز سید محمد اشرف میاں صاحب قبلہ

اشرفی الجیلانی کچھوچھوی بانی و صدر آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ

مصنف: شہباز عالم چشتی مصباحی

پیش کش: محمد عظیم اشرف

اہل بیت کے لئے

علیہ السلام

کہنے کا جواز

محمد شہباز عالم مصباحی

پیش کش: محمد عظیم اشرف

زیر سرپرستی:

حضور شیخ الہند اشرف ملت حضرت علامہ ابوالنواز

سید محمد اشرف اشرفی جیلانی

صاحب قبلہ، کچھوچھہ شریف

تأثر گرامی

ازقلم

ابوالنواز سید محمد اشرف اشرفی جیلانی

آل انڈیا علماؤ مشائخ بورڈ

کچھوچھہ مقدسہ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله محمد اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین المحفوظین

امابعد

اعوذبالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

سَلَامٌ علیٰ آل یَاسِین

صدق الله العظیم

عزیز گرامی قدر حضرت مولانا محمد شہباز عالم مصباحی زید شرفہ پروفیسر شعبۂ عربی کوچ کالج ویسٹ بنگال نے مجھ فقیر اشرفی گدائے جیلانی کو اپنا ایک وقیع تحقیقی مقالہ

بعنوان اہل بیت کیلئے علیہ السلام کہنے کا جواز پیش کیا اور مقالہ کیلئے مختصر مقدمہ کی درخواست بھی کی کارہائے بسیار کے باوجود موضوع مقالہ اور پھر اس کی تحقیقی جامعیت کو دیکھتے ہوئے چند سطور قلمبند کر دیئے ہیں اللہ پاک مقبول فرمائے۔

یہ امر مسلم ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح تمام انبیاء ورسل میں سب سے ارفع واعلیٰ مقام ومنصب عطا فرمایا اسی طرح امتوں میں بھی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو تمام امم سے بڑھ کر عزت وشرف عطا فرمایا اور اس امت مسلمہ کے افراد میں **قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربیٰ** کا تاج زریں بخش کر اپنے محبوب مکرم کی آل وذریت کو پوری امت پر فوقیت اور برتری سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ جب سورۂ احزاب کی آیت **ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی** الخ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آقا کریم علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنے اور پڑھنے کا تو ہمیں علم ہے لیکن آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے؟

آقا علیہ السلام نے فرمایا اس طرح پڑھو **اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید**

علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات پر آدھی صلوٰۃ پڑھنے سے منع فرمایا حدیث کے الفاظ یہ ہیں **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا تصلو علی الصلوٰۃ البتراء** یعنی مجھ پر آدھی درود نہ پڑھا کرو (یعنی فقط **اللھم صل**

علی محمد) نہ پڑھو بالکہ حضور نے فرمایا مجھ پر درود اس طرح پڑھا کرو **اللھم صل علی محمدو ال محمد**

(یعنی میرے ساتھ میری آل کو بھی یاد رکھا کرو)

الصواعق المحر قہ صفحہ 144 ،علامہ ابن حجر عسقلانی

علاوہ ازیں امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جبیر ابن مطعم سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ تم گمراہ ہوجاؤ گے تم ان کو نہ سکھاؤ بلکہ ان سے کہو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انفرادیت اور پوری امت پر ان کی عظمت و بزرگی اور خصوصی برتری کا بخوبی فہم وادراک ہونا چاہیئے۔

اللہ وحدہ لاشریک لہ نے قرآن کریم میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے اسماء کے ساتھ ان کو سلام فرمایا ہے جیسے سلام علی نوح ،سلام علی ابراہیم ،سلام علی موسیٰ وھارون وامثالھم لیکن آپ پورا قرآن پڑھ لیں کسی ایک آیت میں بھی کسی نبی کی آل کو مخصوص کر کے ان پر سلام نہیں بھیجا گیا۔

خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خصوصیات سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کا خصوصیت کیساتھ ذکر فرماتے ہوئے سلام علیٰ آل یاسین کہہ کر ان پر اپنا سلام بھیجا۔

سورہ الصافات آیت ۱۳۰

شرق تا غرب پوری دنیا کے مسلمانوں کا کم سے کم پچانوے فیصد حصہ اس بات سے واقف ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اسماء میں سے آپ کا ایک مقدس نام یاسین بھی ہے۔

شیخ الاسلام امام احمد بن حجر شافعی عسقلانی مکی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

سلام علیٰ آل یاسین

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے۔

صواعق المحرقہ صفحہ 361

امام عسقلانی کے علاوہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر کی جلد ہفتم میں

آیت کریمہ

سلام علی آل یاسین

کے معانی میں کئی وجوہ تحریر فرمائی ہیں وجہ دوم میں آپ فرماتے ہیں کہ آل یاسین سے مراد آل محمد سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں

تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 163

یہی امام رازی تفسیر کبیر میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ان اهل بيته صلى الله عليه وآله وسلم يس اوونه في خمسة اشياء في

سلام قال السلام علیك ایھاالنبی وقال سلام علی آل یاسین......

یعنی رسول پاک علیہ السلام کے اہل بیت عظام (آپ کے فضل وعطاء کے سبب) پانچ چیزوں میں آپ کے مساوی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس طرح اللہ پاک نے السلام علیك ایھاالنبی فرما کر نبی پاک علیہ السلام پر سلام بھیجا ہے اسی طرح وسلام علی آل یاسین فرما کر آپ کی آل پاک پر بھی سلام بھیجا ہے۔

امام رازی کے علاوہ امام سید ابوبکر بن شھاب الدین علوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رشفة الصادی من الصادی من بحر فضائل بنی النبی الھادی کے باب اول صفحہ 24 پر اور اسی کتاب کے باب دوم میں صفحہ 42 پر تحریر فرمایا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اور نقاش کلبی سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ وسلام علی آل یاسین میں آل سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

اسی طرح مجدد وقت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر الدر المنثور میں مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت اس کے حاشیہ میں لکھا کہ آل یاسین سے مراد آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ علماء فقہاء مفسرین ومحدثین کی ایک بڑی جماعت نے آقا علیہ السلام کے اہلبیت کیلئے صیغۂ تسلیم کا استعمال فرمایا ہے۔

امام بخاری

امام مسلم

امام ترمذی

امام ابوداؤد

امام نسائی

امام ابن ماجہ جیسے ائمہ صحاح نے حضرات اہلبیت عظام علیہم السلام کے اسامی مقدسہ کے ساتھ اپنی صحاح جوامع اور سنن ومسانید میں کثرت وتواتر کیساتھ لفظ علیہ السلام لکھا ہے

ان ائمہ تفسیر وحدیث کے علاوہ قرات قرآن کریم کے دس مشہور ائمہ کرام

(جن کو قراء عشرہ کہا جاتا ہے)

میں سے تین کی قرات سلام علی آل یاسین ہے۔

ان میں ایک امام نافع بن عبدالرحمن بن ابونعیم اصفہانی مدنی ہیں جن کی وفات سن 169ھ میں ہوئی یہ قرأت کی مختلف سورتوں پر کامل عبور رکھتے تھے انہوں نے ستر تابعین کو قرآن کریم سنایا۔

دوسرے ابوعمر عبداللہ بن عمر شامی ہیں۔

یہ تابعی العصر تھے انہوں نے قرآن کریم کو مشہور صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا تھا۔

ان کی وفات سن 118ھ میں ہوئی۔

تیسرے امام قرأت حضرت یعقوب بن اسحاق حضرمی بصری ہیں یہ تبع تابعین میں سے

ہیں ان کے متعلق امام سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں لکھتے ہیں کہ کان اعلم الناس فی زمانہ
بالقراءۃ والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ۔
یعنی یہ اپنے زمانہ میں قرأت، عربی، کلام، روایت اور فقہ کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے
والے تھے ان کی وفات سن 205ھ میں ہوئی۔
تسلسل کے ساتھ تین ائمہ کا ایک قرات پر متفق ہو جانا اس قرات کیلئے تواتر کا اثبات ہے۔
قرأت سبعہ کے متعلق ہر چند کہ کچھ اختلاف ہیں لیکن اہلسنت کا سواد اعظم اس بات پر متفق
ہے کہ یہ سات قرأتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی التواتر منقول وماثور ہیں
امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام اہلسنت نے بھی قرات عشرہ کو متواتر کہا ہے۔

بعض اہلسنت کے نزدیک ان کے تواتر کا انکار کفر ہے اس صورت میں اگر کوئی اس کا منکر ہے تو وہ راست قرآن کریم کی ایک آیت کا منکر ہوگا جو کہ نص صریح ہے اور کسی نص قرآنی کا منکر کافر ہے ایمان واسلام سے خارج ہے۔

لہٰذا اہل علم وفضل پر لازم ہے کہ وہ کسی فرد معین یا افراد معین کی اتباع اور اس پر جزم صرف اسی صورت میں کریں جب وہ متفق علیہ غیر مختلف ہوں بصورت اختلاف اپنے مخالف کے دلائل کا بھی مطالعہ کریں اور دیانت وتقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

ان تمام خصوصیات اہل بیت عظام علیہ السلام کے باوجود آج ہمارے معاشرہ میں کچھ

عناصر ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو اہل بیت اطہار کے اسمائے باوقار کے ساتھ صیغۂ تسلیم کے استعمال کو برا بلکہ بعض تو عدم جواز یا حرمت کی منزل میں سمجھتے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

فاضل مقالہ نگار نے ایسے ہی افراد کی اصلاح اور اس کے قائلین کے اطمینان قلب کے لئے اپنے مقالہ میں جواز علیہ السلام کے دلائل کو تقریباً ایک درجن سے زائد کتب اہل سنت سے مزین و مبرہن کیا ہے۔

مولائے کریم موصوف کی مساعی کو قبول فرمائے اور اسی طرح اہل بیت عظام علیہم السلام کی محبت اور وکالت کا جذبہ اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ان کو دارین میں سرخروئی اور سرفرازی جیسی عظیم نعمتوں سے مشرف فرمائے۔

والسلام

دعاء گو

ابوالنواز سید محمد اشرفی جیلانی

قومی صدر

آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ

کچھوچھہ مقدسہ امبیڈکر نگر یوپی

17 / محرم الحرام سن 1444ھ

16 / اگست سن 2022ء

اہل بیت کے لئے علیہ السلام کہنے کا جواز

محمد شہباز عالم مصباحی*

کچھ سالوں پہلے جب میں نے اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام بالالتزام لکھنا شروع کیا تو میرے بعض احبابِ علما معترض ہوئے اور کہا کہ یہ طریقہ اہل سنت کے برخلاف ہے اور اس میں اہل تشیع کی پیروی ہے، خصوصی طور پر میرے علاقے ہی کے فاضل گرامی مفتی محمد شمشیر علی مصباحی بڑے ناراض دکھائی دیے اور مجھے کچھ سخت سست بھی کہا۔ تبھی سے میرے ذہن میں تھا کہ ایک مفصل مقالہ اس حوالے سے لکھنا ہے، لیکن فرصت کے لمحات میسر نہیں ہو رہے تھے، کیوں کہ میں ایک مختلف الجہات شخص ہوں، تحریر و قلم کے علاوہ تنظیم و جماعت سے بھی دلچسپی ہے اور سیاست حاضرہ سے بھی لگاؤ، مخصوص آف لائن و آن لائن پروگراموں اور سیمیناروں میں داعیین کے اصرار پر شرکت کرنا بھی ضروری رہتا ہے، اقربا و احباب کے یہاں مزاج پرسی کے لئے آنا جانا بھی لازمی اور پھر کالج کی تدریسی و ادارتی ناگزیر مصروفیات اور ادھر سال گزشتہ 11 اکتوبر، 2021 میں والد کریم جناب محمد اقبال نوری مرحوم کی وفات کے بعد تو میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہو گیا ہے کہ گھر کی ساری ذمہ داریاں اچانک میرے ناتواں کندھوں پر آن پڑی ہیں۔ خیر اس بار کے اول عشرہ محرم کو چونکہ میں نے سنت مخدومی پر عمل کرتے ہوئے اہل بیت کے لئے مختص کر دیا ہے تو اسی دوران میں نے اس مقالہ معہود کو لکھنے کا عزم کر لیا اور اب وہ مقالہ آپ

قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر ہے۔

سب سے پہلے اسی حوالے سے سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ف: 7 شوال، 1239ھ) کی فتاویٰ عزیزی (مترجم اردو) سے ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کریں:

سوال: تحفہ اثنا عشریہ میں صلوٰۃ وسلام یعنی درود وسلام بالاستقلال بارہ امام کے حق میں لکھا ہے، حالانکہ یہ امر اہل سنت وجماعت کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ اس میں اہلِ بدعت کی مشابہت لازم آتی ہے اور اہلِ سنت نے ایسی مشابہت سے پرہیز کرنا اپنے لئے لازم جانا ہے تو اس امر کے جواز کے لئے سند اہل سنت کی کتب معتبرہ سے بیان کرنا چاہیے۔

جواب: تحفہ اثنا عشریہ میں کسی جگہ صلوٰۃ بالاستقلال غیر انبیا کے حق میں نہیں لکھا گیا، البتہ لفظ "علیہ السلام" کا حضرت امیر المومنین وحضرت سیدۃ النساء وجناب حسنین ودیگر آئمہ کے حق میں مذکور ہے اور اہلِ سنت کا مذہب یہی ہے کہ صلوٰۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں درست نہیں اور لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں۔ اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد وصحیح بخاری میں حضرت علی وحضرات حسنین وحضرت فاطمہ وحضرت خدیجہ و حضرت عباس کے ذکر مبارک کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے۔ البتہ بعض علماء ماوراء النہر نے شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے اس کو منع لکھا ہے، لیکن فی الواقع مشابہت بدوں کی امر خیر (غیر) میں منع ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے۔ اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد وصلوٰۃ کے لکھا ہے: "والسلام علی ابی حنیفۃ واحبابہ" یعنی سلام نازل ہو حضرت ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پر اور آپ کے احباب پر۔ اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا حضرت امام اعظم کے مرتبہ سے کم نہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی لفظ

سلام کا اطلاق ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ "علیہ السلام" کا غیر انبیا کی شان میں کہنا چاہیے۔ چنانچہ یہ حدیث ہے: "علیہ السلام تحیۃ الموتی" یعنی اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا ان کے لئے تحفہ ہے یعنی بلا تخصیص ہر میت مسلمان کے لئے لفظ علیہ السلام کا تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیا کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ عزیزی اردو، ص: 261-260، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی، سالِ اشاعت: 1408)

اس کے علاوہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز نے اپنے عربی رسالہ "سر الشہادتین" میں جابجا اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" استعمال کیا ہے۔ چنانچہ سر الشہادتین مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور کے صفحہ نمبر 72 پر ہے:

فتوجهت عناية الله تعالى بعد انقضاء أيام الخلافة إلى هذا الإلحاق فاستنابت الحسنين عليهما السلام مناب جدهما عليه افضل الصلوات والتحيات۔

صفحہ نمبر 86 پر ہے:

وكتب إلى عامله بالمدينة الوليد بن عقبة أن يأخذ البيعة من الحسين عليه السلام فامتنع الحسين عليه السلام من بيعته .ولما وصل الخبر إلى أهل كوفة اتفق منهم جمع كثير وكتبوا إلى الحسين عليه السلام يدعونه إليهم

صفحہ نمبر 88 پر ہے:

وفی ذلك اليوم خرج الحسين عليه السلام من مكة إلى الكوفة .

صفحہ نمبر 89 پر ہے:

فقال الحسين عليه السلام لا خير فى الحيوة بعدكم .لقيه الحر بن يزيد الرياحى ومعه ألف فارس من أصحاب ابن زياد شاكى السلاح، فقال للحسين عليه السلام .فقال الحسين عليه السلام .

صفحہ نمبر 90 پر ہے:

ونزل الحر وجيشه قبالة الحسين عليه السلام بأرض كربلاء ثم كتب ابن زياد كتابا إلى الحسين عليه السلام يطالبه إلى بيعة يزيد فلما ورد الكتاب على الحسين فقرأه وألقاه وقال عليه السلام للرسول ما له عندى جواب .

یہ چند مثالیں رسالے سے مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر پیش کردیں۔ باقی آپ ازخود پورے رسالے کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ سے غیرِ انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام کا ثبوت:

اس حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فتاویٰ رضویہ میں مندرجہ ذیل عبارت چشم کشا ہے اور اہل محبت کے لئے اس میں روشن دلیل۔ ملاحظہ کریں:

حضرت سیّد الشہداء اور حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا

اور "یا علی سلام علیک" و "یا ذکی سلام علیک" کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا، جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، باب الإمامۃ، جلد:6، ص:609، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان)

بیہقیِ وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف: 1225ھ) کی درج ذیل عبارتیں جن میں حسن عسکری علیہ السلام لکھا ہوا ہے، من و عن ان کی تصنیف السیف المسلول سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتاویٰ رضویہ میں نقل کرتے ہیں ''من وعن نقل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل بیت کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا درست ہے، ورنہ اعلیٰ حضرت علیہ السلام کو حذف کر کے نقل کرتے یا پھر اس پر حاشیہ لگا دیتے۔ اب ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) فیوض و برکات کارخانۂ ولایت اول بر یک شخص نازل می شود وازاں تقسیم شدہ بہر یک از اولیائے عصرمی رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضے نمی رسد۔ ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ۔

کارخانۂ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے۔ پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا، حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا (فتاوی رضویہ، رسالہ برکات الإمداد لأہل الاستمداد، جلد: 21، ص: 334، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان)

(۲) بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظهور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی این منصب بروح حسن عسکری علیه السلام متعلق بود۔

حضرت عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی کے زمانۂ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق رہے گا۔ (فتاوی رضویہ، رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الأموات، جلد:9، ص:813، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان)

ائمۂ اہلِ بیتِ اطہار کو چھوڑیں اعلیٰ حضرت نے تو عام اولیا کو بھی علیہم السلام لکھا ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ ہی سے ملاحظہ فرمائیں:

''جب قبورِ مومنین، بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر، بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بنا کر ان میں لذاتِ دنیا میں مشغول ومنہمک ہو، جو قطعاً و یقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ، رسالہ اِہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین، جلد:9، ص:432، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان)''

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے دیوان "حدائقِ بخشش" میں بہ کثرت اشعار ایسے ہیں جن میں اہلِ بیتِ اطہار و دیگر بزرگانِ دین پر اعلیٰ حضرت نے بالاستقلال سلام بھیجا ہے۔ نمونے کے طور پر صرف گیارہ اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں:

اس بتولِ جگر، پارۂ مصطفیٰ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے اس ردائے نزہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حسنِ مجتبیٰ، سید الاسخیاء راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

اس شہیدِ بلا، شاہِ گلگوں قبا بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق، آرامِ جانِ نبی اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف، غنچہائے قدس اہل بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

شافعی، مالک، احمد، امام حنیف چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیا اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

شاہِ برکات و برکات پیشینیاں نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوسکتا ہے۔ آپ وہ اعتراض مع جواب غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ کی زبانی ملاحظہ کریں:

اس مقام پر یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہوگا کہ یہ سلام بالتبع ہے، بالاستقلال نہیں، کیوں کہ بالتبع سلام وہ ہوتا ہے جو تابعین کے لئے مستقلا نہ لایا جائے، بلکہ مُسلَم علیہ متبوع پر تابعین کا عطف کر دیا جائے جیسے: "سلام الله علی نبینا و آله أجمعین" کہ یہاں حضور کی آل پر بالتبع سلام ہے اور اگر تابع کے لئے بھی لفظ سلام ذکر کر دیا جائے تو وہ سلام بالتبع نہ رہے گا، اگرچہ ماقبل پر مابعد کا عطف بھی کر دیا جائے جیسے: "سلام الله علی نبینا وسلام الله علی آله" کہ

یہاں مابعد کا عطف ماقبل پر ہے، لیکن چونکہ آل کے لئے لفظ سلام علیحدہ ذکر کر دیا گیا۔ اس لئے اس سلام کو بالتبع نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ سلام بالاستقلال ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اشعار منقولہ بالا میں اہلِ بیت و دیگر بزرگانِ دین کے لئے مستقلاً لفظ سلام بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ سلام قطعاً بالاستقلال ہے۔ اس کو بالتبع کہنا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ (اہلِ بیت پر مستقلاً سلام کا جواز، سید احمد سعید شاہ کاظمی، ص: 21، مکتبہ اہلِ بیتِ اطہار، داتا دربار مارکیٹ، لاہور)

مانعین کے دلائل اوران کے جوابات:

اب ذیل میں وہ دلائل ذکر کیے جاتے ہیں جو عام طور پر اس حوالے سے مانعین کی جانب سے اہل بیت کے لئے مستقلاً سلام (یعنی علیہ السلام، علیہما السلام، علیہم السلام، علیہا السلام کہنے) کے ممنوع ہونے پر دیے جاتے ہیں۔ وہ دلائل اوران کے علمی جوابات غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی کی شاہ کار کتاب "اہل بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز" سے ملاحظہ کریں:

مانعین حضرات کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(1) علمائے اہل سنت نے غیرِ انبیا و ملائکہ کے لئے "علیہ السلام" لکھنے کو بالاتفاق ممنوع قرار دیا ہے۔

(2) لفظ "سلام"، "صلوۃ" کے معنی میں ہے۔ لہٰذا صلوۃ کی طرح تنہا سلام بھی ناجائز اور مکروہ ہوگا۔

(3) رسل و انبیا علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ و سلام کے الفاظ تعظیماً استعمال کیے جاتے ہیں۔ اگر ان کے غیر کے لئے بھی مستقلاً استعمال کیے جائیں تو غیرِ نبی کی تعظیم، تعظیمِ نبی کی مثل ہو جائے گی۔

(4) غیرِ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ وسلام یا تنہا سلام کے الفاظ استعمال کرنا روافض اور اہل بدعت کا شعار ہے۔اس لئے یہ استعمال ناجائز ہوگا۔

علی الترتیب چاروں کا جواب حسب ذیل ہے:

(1) بالاتفاق اور علی الاطلاق غیرِ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔

اس سلام کو ممنوع، ناجائز یا خلاف اولیٰ کہنے والے بعض علما ہیں۔جس کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو وہ اس پر عمل کرے۔ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔لیکن مجوزین بلا کراہت سے الجھنا ان کے لئے درست نہیں، کیونکہ بالمقابل محققین اہل سنت کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو غیرِ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال لفظ سلام استعمال کرتا ہے، پھر یہ کہ مانعین کی مراد سلام علی الاطلاق نہیں، بلکہ سلام مقید ہے جس کا مانحن فیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کما سنبینہ إن شاء اللہ تعالیٰ۔لہٰذا بعض علمائے اہل سنت کی وہ عبارات مانعین حضرات کے لئے مفید نہیں۔

(2) لفظ "سلام" کا "صلوٰۃ" کے معنیٰ میں ہونا بداہۃً باطل ہے۔اس لئے کہ دونوں کا مادۂ ترکیب، اشتقاق، وضع و ہیئت اور استعمال بالکل الگ ہے، پھر ایک معنی میں ہونا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟

البتہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام کہا اور اسی قول کے پیش نظر امام الحرمین جوینی نے سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دیا، لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں بزرگ شافعی ہیں۔لہٰذا یہ قول شوافع کا

ہوا جسے بعض احناف نے بھی ذکر کر دیا۔ نیز یہ کہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام اور بالعکس مطلقاً نہیں کہا، بلکہ اس امر میں کہ صلوٰۃ وسلام دونوں ہماری دعا اور منزل من اللہ ہونے میں ایک دوسرے کے ہم معنی اور مشعرِ تعظیم ہیں۔

اگرچہ اس معنی کو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے غیرِ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے حق میں مستقلاً لفظ سلام بولنے کے لئے علتِ منع قرار دیا ہے، لیکن اہل سنت وفقہائے احناف کے دیگر محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس بیان سے اہل علم حضرات پر یہ امر بھی بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ امام حلیمی اور امام جوینی نے جس سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیرِ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے لئے ممنوع قرار دیا ہے وہ "سلام من الله" ہے اور جو سلام تحیةً من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوٰۃ نہیں۔ نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام جوینی کے قول "فلا يقال على عليه السلام" جسے روح البیان، روح المعانی، جوہر التوحید اور شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے، سے مراد مطلقاً سلام من الله ہے، سلام تحیت نہیں۔ دیکھیے: روح المعانی، پارہ 22، صفحہ 86۔ لہٰذا اگر بطور تحیت علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ بعض متاخرین کی تصانیف میں سلام مذکور کا ترک متعارف ہے، لیکن تفحص کے بعد متقدمین کا مسلک یہی ثابت ہوا کہ وہ بالخصوص اہل بیت اطہار کے حق میں بالاستقلال تنہا لفظ سلام بولتے اور لکھتے رہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

(1) و متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اهل بیت رسول از ذریت و ازواج مطهرات و در کتب قدیمه از مشائخ اهل سنت و جماعت کتابت آں یافته می شود۔ و در متأخرین ترک آں متعارف شده است۔ والله تعالیٰ اعلم۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، جلد اول، صفحہ 405)۔

باوجودیکہ شیخ محقق قدس سرہ العزیز تصانیفِ متاخرین میں سلام مذکور کا ترک متعارف فرماتے ہیں، مگر بذات خود اپنی تصانیف میں آل پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر بالاستقلال "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے:

(2) جذب القلوب صفحہ 78

"در سنه سابعه غزوۂ خیبر بود که امیر المؤمنین علی علیه السلام چوں سپر از دست مبارك او افتاد دروازۂ او را ....برکند و سپر ساخت۔"

نیز اسی صفحے پر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

(3) و طلوع کردن آفتاب بعد از غروب بجهت فوتِ نماز عصر از امیر المؤمنین علی سلام الله علیه۔

اسی جذب القلوب کے صفحہ 94 پر ہے:

(4) و او را استوان علی ابن طالب سلام الله علیه نیز گویند۔

اسی صفحہ پر اس کے بعد فرماتے ہیں:

(5) در خانۂ فاطمه زهرا سلام الله علیها۔

پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:

(6) بعلی و فاطمه و حسن و حسین سلام الله علیهم خطاب می کرد.

علاوہ ازیں تفسیر عرائس البیان صفحہ 510 پر ہے:

(7) وعن على ابن موسى الرضا عن أبيه عن جعفر الصادق عليهم السلام.

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر، جلد دوم، صفحہ 700 پر فرماتے ہیں:

(8) هذه الآية دالة على أن الحسن والحسين عليهما السلام كانا إبنى رسول الله صلى الله عليه وسلم .

پھر تفسیر کبیر کی تیسری جلد، 722 پر لکھتے ہیں:

(9) لا يجوز إسناده إلى على عليه السلام .

اسی صفحہ پر تیسری سطر میں ہے:

(10) وهو أن اللائق بعلى عليه السلام .

یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کی جلد ہشتم، صفحہ 322 پر فرماتے ہیں:

(11) هذه الآيات نزلت فى حق على ابن أبى طالب عليه السلام .

(12) ایضاً سطر سوم فی كتاب البسيط: إنها نزلت فى حق على عليه السلام .

(13) ایضاً سطر چهارم: إن الحسن والحسين عليهما السلام مرضا

(14) ایضاً سطر 22: أخذ على عليه السلام بيد الحسن والحسين .

(15) ایضاً سطر 24: ولا ينكر دخول على بن أبى طالب عليه السلام فيه .

(16) ایضاً سطر 28، 29: الذين يقولون هذه الآية مختصة بعلى عليه السلام .

(17) تفسیر مظہری، جلد ہفتم، صفحہ 412، سطر 6 پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رواه أحمد عن الحسين ابن على عليهما السلام .

(18) ایضاً سطر 7: وروى الطبرانى بسند حسن عن الحسين ابن على عليهما السلام .

(19) تحفۂ اثناعشری

(20) فتاوی عزیزی

(21) تفسیر فتح العزیز۔ تینوں کتابوں میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت اطہار کے لئے بکثرت "علیہ السلام" استعمال فرمایا ہے۔

(22) اصول الشاشی، صفحہ 2: والسلام على أبى حنيفة وأحبابه .

مشتے نمونہ از خروارے چند حوالے نقل کیے گئے جنہیں پڑھ کر ناظرین کرام بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جلیل القدر علماء متقدمین ومتاخرین اور اکابر اہل سنت وفقہائے احناف میں ایسے محققین بکثرت ہوئے جن کے نزدیک اہل بیت اطہار وائمہ کبار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" بولنا بلا کراہت جائز ہے۔ بالخصوص اصول الشاشی کی عبارت "والسلام على أبى حنيفة واحبابه" جو چھ سو سال سے دنیائے اسلام کے حنفی مدارس میں پڑھائی جا رہی ہے، مسلک مجوزین کی حقانیت کی ایسی روشن دلیل ہے جس سے انصاف پسند حضرات کے لئے تردد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

عبارات منقولہ کو کتابت کی غلطی یا تحریف پر محمول کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے فی زمانہ بعض علماء اہل سنت کی عبارات میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اسم گرامی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے جملے کو غلطی یا تحریف پر محمول کر دیا جائے۔

یاد رکھیے! کتابت کی غلطی یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی لفظ بدل جائے (جیسے علیہ السلام، علیہ الکلام ہوجائے) یا کہیں تقدیم و تاخیر ہوجائے جیسے (علیہ السلام، السلام علیہ ہوجائے) یا کتابت میں اختصار سے کام لیا جائے جیسے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے آج کل علامت "ص" یا صلعم لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہوسکتی کہ ایک صحیح اور درست عبارت کو بلا وجہ کتابت کی غلطی یا تحریف قرار دے دیا جائے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ کتب معتبرہ کی عبارات سے اعتماد بالکل اٹھ جائے گا۔ ہر شخص اپنے مدعا کے خلاف جو عبارت پائے گا اسی کو غلطی یا تحریف کہہ دے گا۔

الحمد للہ! ہم نے وضاحت کے ساتھ علمائے معتبرین کے کلام میں اہل بیت اطہار و ائمۂ کبار کے لئے مستقلاً علیہ السلام کہنے کا ثبوت پیش کر دیا۔ وللہ الحجۃ السامیۃ.

(3) مانعین حضرات کا یہ فرمانا کہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ مستقلاً انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے

تعظیماً استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس لئے ان ہی کے ساتھ خاص رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ بھی تعظیمِ انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جائے وہ ان کے ساتھ خاص ہو۔ دیکھیے "سیدنا" و "مولانا" انبیاء علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کیے جاتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین و دیگر بزرگانِ دین کے لئے بھی سیدنا و مولانا بکثرت بولا جاتا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام استعمالات میں بعض الفاظ ایسے بھی ہونے ضروری ہیں جو صرف انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے استعمال کیے جائیں تا کہ ان کی خصوصی عظمت ظاہر ہو تو لفظ "صلوٰۃ" اور مجموعۂ "صلوٰۃ وسلام" کے الفاظ موجود ہیں جو حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں، جن کا خاص ہونا ان کی خصوصیتِ شان کا مظہر ہے۔

(4) روافض کا شعار صرف "علیہ السلام" نہیں، بلکہ "علیہ الصلوٰۃ والسلام" ہے، کیوں کہ علیہ السلام کے ثبوت میں جلیل القدر علماء اہل سنت کی عبارات کثیرہ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ اہلِ بدعت کا شعار اہل سنت کے لئے اسی وقت مکروہ و ممنوع قرار پائے گا جبکہ وہ کسی امر مذموم میں ہو جیسے نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ۔ یا ان کے ساتھ تشبہ کا قصد کیا جائے۔ الحمد للہ! یہاں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ علیہ السلام کہنا نہ مذموم ہے، نہ کہنے والا تشبہ کا قصد کرتا ہے۔ لہٰذا علتِ منع نہ پائی گئی۔ جب علت ہی نہیں تو حکمِ کراہت و منع کا مدار کس چیز پر ہوگا؟ دیکھیے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی مبحث میں قاضی عیاض و دیگر علماء سے یہی اعتراض یعنی علتِ منع نقل کر کے اس کا جواب بعینہ وہی دیتے ہیں جو ہم نے دیا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا أَحدَثَهُ الرَّافِضَةُ فِی بَعضِ الأَئِمَّةِ وَالتَّشَبُّهُ بِأَهلِ البِدَعِ مَنهِیٌّ عَنهُ فَتَجِبُ مُخَالَفَتُهُم أَقُولُ: وَكَرَاهَةُ التَّشَبُّهِ بِأَهلِ البِدَعِ مُقَرَّرَةٌ عِندَنَا أَيضًا لٰكِن لَا مُطلَقًا بَل فِی المَذمُومِ وَفِيمَا قُصِدَ بِهِ التَّشَبُّهُ بِهِم .(شامی، جلد:5، صفحہ 658) .

بالکل یہی عبارت تفسیر روح المعانی، پارہ 22، صفحہ 79 پر بھی مرقوم ہے۔ دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعین حضرات حکمِ کراہت ومنع کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ائمہ کے لئے (مستقلاً) صلوٰۃ وسلام کہنے کی بدعت روافض نے جاری کی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے۔ لہٰذا ان کی مخالفت واجب ہے! میں کہوں گا کہ تشبہ باھل البدعۃ کا مکروہ ہونا ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ امر مذموم میں یا اس وقت جبکہ تشبہ کا قصد کیا جائے۔

شامی اور روح المعانی کی اسی عبارت کا خلاصہ ہم نے اپنے جواب میں عرض کیا تھا جس کی تصدیق ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائی۔

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ بلا قصدِ تشبہ مجموعہ صلوٰۃ وسلام کا بھی جواز بلا کراہت ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غیرِ انبیاء علیہم السلام کے لئے مجموعہ صلوٰۃ وسلام کا مستقلاً استعمال مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بغیر قصدِ تشبہ بھی استعمال کرے گا تب بھی ناجائز و مکروہ قرار پائے گا، بخلاف تنہا "سلام" کے کہ اسے کثیر محققین اہل سنت نے استعمال کیا ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہوا۔ فافھم و تدبر!

پھر یہ کہ حضرات مانعین کرام کو چاہیے کہ اسی تشبہ کی وجہ سے عشرۂ محرم میں ذکرِ شہادت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما، ان کے لئے ایصالِ ثواب وغیرہ امور مستحسنہ کو بھی ناجائز وممنوع قرار دیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام بقولِ مانعین روافض کا شعار ہیں اور ان کا تشبہ ممنوع ہے۔ نیز حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے مبارک ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھنے کو بھی ناجائز کہیں، کیوں کہ روافض کے مذہب میں امامت کا عقیدہ بھی ضروریات دین سے ہے۔ جب وہ اہلِ بیت اطہار میں سے کسی کے لئے لفظ امام بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امامت کے وہی معنی ہوتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک نبوت کے معنی ہیں اور غالباً اسی لئے اسلاف متقدمین کی تصانیف میں حسنین رضی اللہ عنہما یا اہلِ بیت اطہار میں سے کسی کے لئے امام کا لفظ نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا مانعین کرام کو چاہیے کہ وہ علتِ تشبہ کی بناء پر جس طرح حسنین علیہما السلام کہنے کو مکروہ جانتے ہیں اسی طرح لفظ امام حسن اور امام حسین بولنے کو بھی ناجائز اور مکروہ سمجھیں۔

حرفِ آخر:

اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں علیہ السلام کو خلافِ اولیٰ قرار دینے والے حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ اگر آپ حضرات بعض علماء کے قول پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اہلِ بیت اطہار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" کہہ کر خلافِ اولیٰ کا ارتکاب اپنی پرہیزگاری اور پاک دامنی کے منافی سمجھتے ہیں تو از راہ کرم غیرِ صحابہ علیہم الرضوان کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہہ کر بھی ترکِ مستحب کے دھبہ سے اپنے دامنِ اتقاء کو داغدار نہ کیجیے۔ اس لئے کہ فقہائے احناف کے نزدیک استحبابِ ترضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولنے کا مستحب ہونا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَيُسْتَحَبُّ التَّرَضِّى لِلصَّحَابَةِ) اس کے بعد فرمایا: (وَالتَّرَحُّمُ لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ

بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْعُبَّادِ وَسَائِرِ الْأَخْيَارِ وَكَذَا يَجُوزُ عَكْسُهُ) وهو التَّرَحُّمُ لِلصَّحَابَةِ وَالتَّرَضِّى لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ (عَلَى الرَّاجِحِ) ذَكَرَهُ الْقَرْمَانِيُّ وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ الْأَوْلَى أَنْ يَدْعُوَ لِلصَّحَابَةِ بِالتَّرَضِّى وَلِلتَّابِعِينَ بِالرَّحْمَةِ وَلِمَنْ بَعْدَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالتَّجَاوُزِ. انتهى (درمختار حاشیہ شامی، جلد5، صفحہ 659)

"رضی اللہ عنہ" صحابہ کے لئے کہنا مستحب ہے۔ آگے چل کر فرمایا کہ تابعین اور ان کے بعد والے علماء و بزرگانِ دین کے لئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا مستحب ہے۔ ایسے ہی بقولِ راجح اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی صحابہ کے لئے ترحم اور بعد والوں کے لئے ترضی، یہ قرمانی نے ذکر کیا اور زیلعی نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کے حق میں دعا کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور تابعین کے لئے "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" اور ان کے بعد والوں کے لئے مغفرت اور تجاوز کے الفاظ بولے۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر جملہ "وَكَذَا يَجُوزُ عَكْسُهُ" کسی خوش فہمی کا موجب ہو جائے۔ لہٰذا یہ گزارش بے محل نہ ہوگی کہ یہاں "يَجُوزُ" ہے، "يُسْتَحَبُّ" نہیں جس سے غیرِ صحابی کے لئے "استحبابِ ترضی" ثابت ہو جائے اور اگر "يَجُوزُ" ہی کا سہارا لے کر غیرِ صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اسی سہارے کو تھام کر کبھی "ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ" اور "عمر علیہ الرحمۃ" و "عثمان و علی علیہما الرحمۃ" بھی کہا ہوتا۔ جب اس کی ہمت نہ ہوئی اور تو اس کی جرأت کیسے ہوگئی؟ فلا تعقل.

اس کے بعد علامہ شامی کا فیصلہ بھی سن لیجیے۔ درمختار کی منقولہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں:

(وَيُسْتَحَبُّ التَّرَضِّى لِلصَّحَابَةِ) لِأَنَّهُمْ كَانُوا يُبَالِغُونَ فِي طَلَبِ الرِّضَا مِنَ اللّٰهِ

تَعَالَى وَيَجْتَهِدُونَ فِي فِعْلِ مَا يُرْضِيهِ، وَيَرْضَوْنَ بِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الِابْتِدَاءِ مِنْ جِهَتِهِ أَشَدَّ الرِّضَا، فَهَؤُلَاءِ أَحَقُّ بِالرِّضَا وَغَيْرُهُمْ لَا يَلْحَقُ أَدْنَاهُمْ وَلَوْ أَنْفَقَ مِلْءَ الْأَرْضِ ذَهَبًا زَيْلَعِيٌّ. (شامی، جلد5، صفحہ 659)

"صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے"۔ اس لئے کہ وہ رضائے الٰہی طلب کرنے میں بہت کوشش کرتے ہیں اور وہ ایسے کاموں سے راضی تھے جن کے باعث انہیں ابتدا ہی سے بہترین رضا حاصل ہو جائے۔ لہٰذا "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کے وہی زیادہ حقدار ہیں۔ ان کا غیر اگر پہاڑ بھر سونا بھی خرچ کر دے پھر بھی ان کے ادنیٰ ترین فرد سے نہیں مل سکتا۔ (انتہی)

فقہاء احناف کی ان روشن تصریحات کے باوجود بھی اگر غیر صحابہ کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے سے آپ کا دامنِ اتقا ترکِ مستحب اور خلافِ اولیٰ کے ارتکاب سے پاک ہے تو یقین رکھیے کہ اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں "علیہم السلام" کہنے سے بھی آپ کا پاکیزہ دامن معصیت سے داغدار نہ ہوگا۔ ((اہلِ بیت پر مستقلاً سلام کا جواز، سید احمد سعید شاہ کاظمی، ص: 23-14، مکتبہ اہلِ بیتِ اطہار، داتا دربار مارکیٹ، لاہور)

دلچسپ بات یہ ہے کہ "صلوٰۃ" کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ سید محمود آلوسی بغدادی (ف: 1270ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

وأما الصلاة على غير الأنبياء والملائكة عليهم السّلام فقد اضطربت فيها أقوال العلماء فقيل تجوز مطلقا قال القاضي عياض وعليه عامة أهل العلم

واستدل له بقوله تعالى: هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ وبما صح من قوله صلّى الله عليه وسلم: »اللهم صلّ على آل أبى أوفى « وقوله عليه الصلاة والسلام وقد رفع يديه: »اللهم اجعل صلواتك ورحمتك على آل سعد بن عبادة « وصحح ابن حبان خبر »إن امرأة قالت للنبى صلّى الله عليه وسلم: صلّ عليّ وعلى زوجي ففعل « وفي خبر مسلم »أن الملائكة تقول لروح المؤمن: صلى الله عليك وعلى جسدك «(روح المعانی، جلد 22، ص:85، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

ترجمہ: انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر صلاۃ بھیجنے میں اقوالِ علما مختلف ہیں۔ تو کہا گیا ہے کہ مطلقاً جائز ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہی عام اہل علم کا مذہب ہے۔ دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے، اور یہ صحیح حدیث: اے اللہ! آل اُبی اُوفی پر درود بھیج، اور یہ حدیث جس میں آپ نے اپنے دست مبارک اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عبادہ کی آل پر فرما، اور یہ حدیث جس کی تصحیح ابن حبان نے کی ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیجئے تو آپ نے ایسا کیا اور مسلم شریف کی یہ حدیث کہ فرشتے مؤمن کی روح سے کہتے ہیں کہ اللہ تجھ پر اور تیرے جسم پر درود بھیجے۔

مگر ہم اس اختلاف کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ہمارا مسلک جمہور کے موافق ہی ہے کہ مجموعہ "صلوٰۃ و سلام" یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" یا "الصلاۃ والسلام علیک" یا محض "صلوٰۃ" جیسے "اللہم صل علی

،،مستقلاً صرف رسول اللہ کے لئے روا ہے اور بالتبع آل واصحاب کے لئے اور رہا "صلوٰۃ" کے بغیر تنہا "سلام" یعنی علیہ السلام/ سلام اللہ علیہ/ سلام علیک، تو یہ بالاستقلال اور بالتبع دونوں طرح آئمہ اہل بیت اطہار کے لئے بولنا روا ہے کہ یہی مسلکِ محققینِ متقدمین ومتاخرین ہے۔ (ختم شد ببركة الإمام السيد الحسين عليه السلام والحمد على ذلك۔)

محمد شہباز عالم مصباحی

*اسسٹنٹ پروفیسر وصدر

شعبۂ عربی

سیتل کوچی کالج

کوچ بہار، مغربی بنگال